دبیر عباس
پی ایچ۔ڈی، اسکالر، شعبۂ اردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا
خالد ندیم
صدرِ شعبہ اردو اور مشرقی زبانیں، سرگودھا یونیورسٹی سرگودھا

اسلم انصاری کی رباعی

Dabir Abbas
Ph. D Scholar, Department of Urdu, University of Sargodha, Sargodha.
Khalid Nadeem
Chairman Department of Urdu & Oriental Languages, University of Sargodha, Sargodha.

Aslam Ansari's Quartet

Aslam Ansari is a prominent contemporary Urdu poet. As well as being a poet, he is also considered as an important Iqbal Shanaas, researcher and critic. He has not only shown creative excellence in Urdu but has also written excellent poetry in Persian, English and Saraiki. In Urdu, not only he has written Ghazal and Nazm, but a fair number of quartrains are his poetic assets. He aslso successfully experimented with writing the first Urdu blank verse quartrains (Rubaaiyat-e-Muarra). This study involves purposive sampling and for that purpose number of his quartrains have been selected and analysed. The purposive samples have been analysed with qualitive method of analysis. The qualitative method serves the desired purpose of poetic analysis and new meanings have been found with unique literary, linguistic, stylistic, dramatic and poetic features.

Keywords: *Aslam Ansari, Poetry, Quartrain, Rubaaiyat-e.Muarra, Subject, Style.*

رباعی ایک اہم صنفِ سخن ہے جسے دوبیتی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صنف اپنی متعیّن ہیئت کے اعتبار سے دوسری تمام شعری اصناف سے مختلف ہے۔ رباعی چار مصرعوں یعنی دو شعروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ قطعہ بھی دو اشعار پر مشتمل ہو سکتا ہے لیکن اہلِ عروض کے مطابق اِس کے پہلے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مصرع میں قافیہ نہیں آنا چاہیے۔ عملاً اِس پابندی کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ قطعہ اور رباعی میں فرق یہ ہے کہ رباعی کے اوزان مخصوص ہیں اور ان اوزان کے سوا کسی دوسرے بحر و وزن پر لکھے جانے والے دو شعر قطعہ کہلائیں گے۔

رباعی میں ایک ہی خیال ارتقائی انداز میں باندھا جاتا ہے۔ رباعی کا چوتھا مصرع مجموعی تاثر کا نقطۂ عروج ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> پہلے مصرع میں مناسب الفاظ کے ساتھ خیال کو روشناس کرایا جائے۔ دوسرے اور تیسرے مصرع میں اس کے خط و خال کچھ اور نمایاں کیے جائیں اور چوتھے مصرع میں مکمل خیال کو ایسی برجستگی اور شدّت کے ساتھ سامنے لایا جائے کہ سننے والا مسحور و متحیّر ہو کر رہ جائے۔(۱)

فارسی اور اردو کے محققین کے مطابق اس صنف کا آغاز ایران سے ہوا۔ دنیا کی اکثر زبانوں کی طرح فارسی میں بھی یہ مسئلہ خاصا اختلافی ہے کہ فارسی کا پہلا شاعر کون تھا۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ فارسی شاعری کو جو فروغ سامانی عہد (اختتام ۳۷۹ھ) میں نصیب ہو، اس کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ سامانیوں کے اقتدار کے ساتھ فارسی شاعری کی صبح صادق طلوع ہوئی۔ سامانی دور کا ہی ایک اہم شاعر رودکی ہے۔ "فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ "میں لکھا ہے کہ "اس عہد میں شعراء کی کثرت کے باوجود اُن کا کلام محفوظ نہیں رہا۔ دو اڈھائی ہزار کے قریب اشعار تذکرہ و تاریخ اور بلاغت و لغت کی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں جن میں سے تقریباً ایک ہزار اشعار رودکی کے ہیں(۲)۔ رودکی فارسی شاعری کا باوا آدم خیال کیا جاتا ہے(۳)۔ عمومی خیال یہی ہے کہ فارسی رباعی کا آغاز بھی رودکی نے ہی کیا ہو گا لیکن ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا اس ضمن میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب تک کوئی ایسی رباعی دستیاب نہیں ہو سکی جسے وثوق کے ساتھ رودکی سے منسوب کیا جا سکے۔

سامانی عہد کے بعد غزنوی دور (۳۵۱-۵۸۲ھ) میں بھی فارسی کا کوئی قابلِ ذکر شاعر نظر نہیں آتا۔ فرخی اور عنصری کے ہاں کچھ رباعیات ملتی ہیں۔ سلجوقی دور، فارسی رباعی کا عہدِ زرّیں ہے۔ اس دور میں بابا طاہر عریاں ہمدانی، شیخ ابو سعید ابو الخیر، عمر خیام نیشاپوری، حکیم سنائی، محمد انوری، نظامی گنجوی، شیخ فرید الدین عطارؒ نیشاپوری، مولانا جلال الدینؒ رومی، شیخ سعدی شیرازی اور خواجہ حافظ شیرازی کے نام اہم ہیں۔ برِ صغیر کے وہ شعراء جن کی رباعی فارسی ادب کا انمول خزینہ ہے، اُن میں نظیری نیشاپوری، سرمد مقتول، ملا غنی کشمیری، بیدل عظیم آبادی، میرزا غالب دہلوی، مولانا غلام قادر گرامی، علامہ اقبال اور مولانا عزیز الدین عظامی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اردو میں رباعی کے آغاز کا سہرا اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کے سر ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں "چونکہ محمد قلی قطب شاہ سے پہلے کے کسی شاعر کی رباعیاں دستیاب نہیں ہوئیں، اس لیے اُسی کو اردو رباعی کا پہلا شاعر سمجھنا چاہیے(۴)۔ محمد قلی قطب شاہ کے بعد دکن میں ولی اور سراج اورنگ آبادی کے کلام میں رباعی کے نمونے ملتے ہیں۔شمالی ہند میں دردؔ، میرؔ، سوداؔاور میر حسن کے ہاں رباعی کا ذخیرہ اگرچہ کثیر نہیں لیکن معنوی اعتبار سے گراں مایہ ضرور ہے۔میرؔ و سوداؔ کے عہد کے نظم گو شاعر نظیر اکبر آبادی کے یہاں بھی رباعی کے نمونے موجود ہیں۔اردو رباعی کا اہم دور انیسؔ و دبیرؔ کا دور ہے کہ اس دور میں انیسؔ و دبیرؔ نے جہاں مرثیہ کو بامِ عروج پر پہنچایا، وہیں رباعی جیسی پس افتادہ صنف کو ترقی کی نئی راہ پر لگا دیا۔اُن کے ساتھ ساتھ غالبؔ، مومنؔ، ذوقؔ اور ظفرؔ نے بھی حسبِ ذوق و شوق اس صنف کی تعمیر و ترقی میں اپنا اپنا حصہ ڈالا۔

اب تک رباعی، جس کا آغاز زندگی کے عام مسائل سے ہوا تھا، نے اپنے دامن میں صرف صوفیانہ اور رثائی موضوعات کو جگہ دے رکھی تھی۔اس دور کے اہم رباعی گو شعراء میں حالی، اکبر، اسمعیل میرٹھی اور شاد عظیم آبادی کے نام اہم ہیں۔اس کے بعد موضوعاتی حوالے سے اردو رباعی کا زرخیز دور شروع ہوتا ہے کہ حالی، اکبر اور میرٹھی نے شعوری طور پر رباعی کے لیے اصلاحی اور تعمیری موضوعات منتخب کیے۔شاد عظیم آبادی نے متغزلانہ رنگ میں حمد و نعت، تصوف، معرفت اور فقر و غنا جیسے موضوعات پر رباعیاں لکھیں۔اس کے بعد جوش ملیح آبادی، امجد حیدر آبادی، فراق گورکھپوری جیسے شاعر ممتاز رباعی گو شعرا کے طور پر سامنے آئے۔جوش نے مناظرِ فطرت اور لفظیات سے، امجد نے حکمت و فلسفہ سے، فراق نے جمالیات سے اس صنفِ سخن کی آبیاری کی۔اسی دور میں فانی، محروم، رواں، یگانہ، اقبال، اثر لکھنوی اور خواجہ دل محمد کے نام بھی اہم ہیں کہ انھوں نے فکری حوالے سے رباعی کے دامن میں بہت وسعت پیدا کر دی۔

رباعی لکھنا ہمیشہ ایک مشکل امر رہا ہے۔چار مصرعوں میں ایک مضمون باندھنا کوئی آسان کھیل نہیں۔ اس کے لیے گہرے علمی ادراک کے ساتھ ساتھ وسیع تر فنی شعور اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔رباعی خاص طور پر علمِ عروض پر اچھی خاصی دسترس کی متقاضی ہے۔یہی وجہ ہے کہ رباعی گو شعرا کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے رباعی میں تکمیلِ فن کا احساس کہیں زیادہ پایا جاتا ہے۔شاید اسی خیال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلم انصاری بھی اس صنف کی طرف راغب ہوئے لیکن اس صنف میں دلچسپی کا ایک اور سبب بقول اُن کے "عروض کے بہت بڑے ماہر،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

معروف نقاد اور رباعی گو شاعر جابر علی سید کی طویل صحبت ہے "(۵)۔ عہدِ حاضر کے معدودے چند شاعروں میں اسلم انصاری کا نام بھی شامل ہے کہ جنھوں نے شعوری طور پر اس صنف میں طبع آزمائی کی۔

اسلم انصاری کا پہلا شعری مجموعہ "خواب و آگہی" ۱۹۸۲ء میں شائع ہوتا ہے۔ اس مجموعے میں صرف غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔اُن کے دوسرے شعری مجموعے "نقشِ عہدِ وصال کا" میں غزلوں اور نظموں کے علاوہ چھبیس رباعیات بھی موجود ہیں۔ یہ مجموعہ پہلے شعری مجموعے کی اشاعت کے پندرہ سال بعد یعنی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ "شبِ عشق کا ستارہ" تاحال اسلم انصاری کا شائع ہونے والا آخری اردو شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں بھی دوسرے مجموعے کی طرح غزلوں اور نظموں کے علاوہ ایک وقیع حصہ رباعیات پر مبنی ہے۔ اس حصے کا عنوان 'برگ و سمن' ہے۔ اِس حصے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں سترہ پابند رباعیات کے ساتھ ساتھ بارہ معریٰ رباعیات بھی شامل ہیں، جنھیں اسلم انصاری نے اردو کی اوّلین رباعیاتِ معریٰ قرار دیا ہے۔ سترہ پابند رباعیات میں سے ایک رباعی ایسی ہے جو دوسرے مجموعے "نقشِ عہدِ وصال کا" میں بھی شامل ہے۔ لہٰذا اِس مجموعے میں شامل رباعیات کی تعداد اٹھائیس بنتی ہے۔ اسلم انصاری کا یہ آخری شعری مجموعہ ۲۰۰۹ء میں اشاعت پذیر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جاوید اصغر نے اسلم انصاری کی شخصیت اور فن پر ایم اے کی سطح کا مقالہ لکھا۔ جب یہ مقالہ کتابی صورت میں انھوں نے شائع کروانا چاہا تو اسلم انصاری کا ایک انٹرویو کیا۔ یہ انٹرویو جاوید کی کتاب "گفتگو کا چراغ" میں شامل ہے۔ یہ انٹرویو ۲۱ مارچ ۲۰۰۲ء کو لیا گیا۔ اس انٹرویو میں اسلم انصاری نے کہا کہ "رباعیات کا مجموعہ ایک عرصے سے زیرِ ترتیب ہے، مجوزہ عنوان ہے 'برگ برگ' لیکن ہو سکتا ہے اس کی اشاعت سے پہلے عنوان میں تبدیلی کی جائے "(۶)۔ اس مجموعے کی اشاعت کی ابھی نوبت تو نہیں آئی لیکن اس انٹرویو کی بنیاد پر ڈاکٹر جاوید اصغر نے اپنی کتاب میں بہت تبدیلیاں کیں، جسے اُن کے مقالے کی ترقی یافتہ شکل کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰۲ء میں فکشن ہاؤس، لاہور نے شائع کی۔ اس کتاب کا ایک باب اسلم انصاری کی رباعی کے مطالعے کے ضمن میں ہے۔ اس میں کچھ رباعیات ایسی بھی ہیں، جو اس کتاب کی اشاعت کے بعد شائع ہونے والے اسلم انصاری کے شعری مجموعے "شبِ عشق کا ستارہ" میں بھی شامل نہیں۔ ایسی رباعیوں کی تعداد سترہ ہے۔ یوں اسلم انصاری کے شعری اثاثے میں رباعیات کی کل تعداد اکہتر بنتی ہے۔ یہ تعداد معمولی نہیں کہ بڑے بڑے نامور شعرا، جنہوں نے رباعی میں بھی طبع آزمائی کی، نے بھی اتنی تعداد میں رباعیات نہیں لکھیں۔ اسلم انصاری کے شعری اثاثے میں ایک ہی قطعہ ہے جو اُن کے مجموعے "شبِ عشق کا ستارہ" میں درج ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

ابھی تک چاندنی ٹھہری ہوئی ہے اُس دریچے میں
ابھی تسکینِ نظّارہ کی صورت بن نہیں پائی
ابھی مخموریِ شب کی گرانی سی ہے پلکوں پر
ابھی صبحِ جمال آگیں کی چادر تن نہیں پائی (۷)

ایک بات طے ہے کہ اسلم انصاری نے اس صنف کو صرف ہیئت کے طور پر قبول کیا ہے۔ایک ادبی مکالمے میں ڈاکٹر جاوید اصغر سے گفتگو کے دوران میں انھوں نے کہا:

> رباعی (جسے میں گوشۂ تفکر قرار دیتا ہوں) کو میں نے رباعی کے قدیم تصورات کے مقابلے میں اس صنفِ نظم کی ایک ایسی حقیقت کے طور پر قبول کیا ہے جو ہم سے فن کی تکمیل کا تقاضا کرتی ہے۔(۸)

"نقش عہدِ وصال کا" کے دیباچے میں اسلم انصاری لکھتے ہیں:

> رباعی کی طرف توجہ کرنے میں میرے پیشِ نظر یہی مقصد رہا ہے کہ اس کے کلاسیکی رنگ و آہنگ سے بہت حد تک صرف و نظر کرتے ہوئے لیکن اوزان کی پابندی بر قرار رکھتے ہوئے اس مختصر نظم کو ایک ہیئت کے طور پر قبول کیا جائے۔(۹)

متذکرہ بالا دونوں بیانات کی روشنی میں جب ہم اسلم انصاری کی رباعی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ وہ فنی حوالے سے ہیئت کی حد تک تو کلاسیک کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں لیکن موضوعاتی حوالے سے انھوں نے روایت سے بہت حد تک انحراف کیا ہے۔اس روایتی تصور کو بھی کہ رباعی کے چوتھے مصرعے کو زور دار ہونا چاہیے، اکثر و بیشتر قبول نہیں کرتے۔اوراُن کی لفظیات بھی اردو کی تمام تر روایتی رباعی سے بہت حد تک مختلف ہے۔تصوف اور مسائلِ تصوف، حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات اور رندانہ مضامین جیسے موضوعات اردو کلاسیک شاعری خصوصاً اردو رباعی میں بار بار بیان ہوئے ہیں۔لیکن اسلم انصاری کے ہاں اِن موضوعات کے ساتھ ساتھ جدید احساس اور طرزِ فکر کے حامل موضوعات بھی دکھائی دیتے ہیں۔یوں اُن کی رباعی میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔انہوں نے مظاہرِ فطرت، شعورِ ذات، ادراکِ زیست، دنیا کی بے ثباتی،انسان دوستی، جذبات و احساسات اور بعض حکیمانہ خیالات پر رباعیات تحریر کی ہیں۔رباعی کی روایت کے پس منظر میں اُن کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ اُن کی رباعی کسی طور ناصحانہ انداز اختیار کرتے نظر نہیں آتی۔حمد یہ رباعی دیکھیے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں حرف ہوں، میرا لبِ گویا تو ہے
میں سازِ سخن ہوں، مِرا نغمہ تو ہے
جو تجھ کو ترستا ہے وہ ساحل ہوں میں
جو مجھ میں اُمڈتا ہے، وہ دریا تو ہے(۱۰)

اسلم انصاری کی رباعی کا بڑا موضوع شعورِ ذات، ادراکِ ہستی اور عظمتِ انسان ہے۔ غزل اور نظم کی طرح اسلم انصاری کی رباعی کا بھی امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ صرف داخلی اور نفسیاتی پہلوؤں تک محدود نہیں رہے بلکہ سماج کے اجتماعی تجربوں اور معاصر تہذیبی رویّوں کے بھی ترجمان بن گئے ہیں۔ گویا اُن کی رباعی میں بھی اُن کی غزل اور نظم کی طرح فرد کی داخلی اور خارجی وحدت کا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے محور میں گم ہونے لگتے ہیں کہ جلد ہی اُن کے اندر کا حسّاس انسان انھیں اس محور سے باہر نکال لیتا ہے۔

تصویر میں ٹھہرا ہوا نغمہ تو نہیں
خوابوں کا سمن پوش دریچہ تو نہیں
سایہ تو نہیں یہ کسی ویرانے کا
دنیا کسی آواز کا دھوکا تو نہیں(۱۱)

کب تک غمِ بے حرف کی شدت سہتے
کب تک نہ کسی سے اپنی بپتا کہتے
انسان تھے جینے کا خیال آ ہی گیا
دریا بھی نہیں ایک کنارے بہتے(۱۲)

لیکن جب وہ معاصر سماجی صورتِ حال دیکھتے ہیں تو انھیں یاس اور قنوطیت کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اس صورت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں کہ انسان کس قدر خود غرض اور مطلب پرست ہو گیا ہے کہ اُسے اپنی ذات کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ہر فرد اپنی ذات سے والہانہ عشق میں مبتلا ہے۔ خلوص اور بے لوث محبت بھی بے وقعت ہو چکی ہے۔ ایسی صورت میں محبت کا فقدان اور منافقت کا ظہور، اُن کی رباعی کا موضوع بن جاتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صد جادۂ پیماں پہ چلا ہوں میں بھی
ایسا ہے کہ تا دُور گیا ہوں میں بھی
مل سکتا ہے اِنساں کو محبت کا صلہ
برسوں اسی دھوکے میں رہا ہوں میں بھی(۱۳)

اِس شعلۂ تصویر میں حدت کب تھی
اِس آئنے میں غیر کی صورت کب تھی
خود اپنی پرستش کا ہے دھوکا سارا
اِنسان کو اِنساں سے محبت کب تھی(۱۴)

اس صورتِ احوال سے انکار نہیں
اظہارِ حقیقت سے ہمیں عار نہیں
بے لوث محبت ہو کہ اخلاصِ عمل
دنیا کو کسی شے سے سرو کار نہیں(۱۵)

عہدِ حاضر کی سماجی صورتِ حال بالخصوص طبقاتی کشمکش اور غربت، نفسا نفسی کے اس عالم میں اوّل تو کوئی بھی کسی غریب کے ساتھ محبت سے پیش نہیں آتا اور نہ ہی کوئی ایسا عمل کرتا ہے کہ جسے نیکی یا احسان کہا جائے۔ اگر کہیں کسی سے نیکی جیسی غلطی سرزد ہو بھی جاتی ہے تو شاعر کہتا ہے کہ مشکور اُس غریب کا جینا حرام کر دیتا ہے۔

الفاظ کی زنجیر بنا لایا ہے
آوازوں کے کچھ تیر بنا لایا ہے
اِک دوست نے کل مجھ پہ کیا تھا احساں
آج اُس کی وہ شمشیر بنا لایا ہے(۱۶)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نادار کا دنیا میں عبث جینا ہے
غم کھانا اور خونِ جگر پینا ہے
اک نامۂ بے مہر ہے اُس کی تقدیر
اک جامۂ صد چاک اُسے سینا ہے(۱۷)

اسلم انصاری بحیثیت انسان زندگی گزارنے کے لیے اپنا تعلق معاشرے سے کسی صورت منقطع نہیں کرنا چاہتے۔ بنی نوع انسان سے محبت، ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ اُن کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔ انسان سے محبت کے پس پردہ دراصل اُن کی اپنی حسّاس طبیعت ہے۔ وہ ایسے معاشرے کو دیکھنے کے متمنّی ہیں کہ جس میں محبت کا راج ہو، دھوکا دہی اور منافقانہ رویے نہ ہوں، نفرتوں اور عداوتوں کا ظہور نہ ہو۔ انھیں ایسے سماج سے گلہ ہے جو نہ بے لوث محبت کا قائل ہے اور نہ ہی اخلاصِ عمل کا۔ انسانیت نواز پیغامات سے لبریز رباعیوں میں اُن کا دکھ بھرا لہجہ ملاحظہ کیجیے:

ادراک کے آئینے کو میلا نہ کرو
اس عہدِ درخشاں میں تو ایسا نہ کرو
انسان ہے دنیا کی گراں مایہ متاع
لوگو کسی انسان سے دھوکا نہ کرو(۱۸)

لگ جائے کسی دل پہ نہ الفاظ کا گھاؤ
آواز کو تلوار کی صورت نہ بناؤ
جینا بھی ہے عبادت عزیزانِ کرام
گر اس میں ہو انساں کی محبت کا رچاؤ (۱۹)

یہی حساسیت انسانی ذات کی عمدہ صلاحیتوں کا مظہر بن جاتی ہے، جس سے زندگی کے ہونے کا احساس اور انسانی اقدار پر یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے۔ ان کا پختہ یقین ہے کہ انسان ہی اس کائنات کا معتبر حوالہ ہے۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ ہر انسان دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہو کیوں کہ محبت، دوستی اور اخلاص ہی وہ خصائص ہیں جو

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

انسان کو اس منصب پر فائز کرتے ہیں، جس کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔ لہٰذا یاسیت اور قنوطیت کے ماحول میں بھی وہ کوشش جاری رکھنے اور خواہشات کی تکمیل کے لیے سرگرم رہنے کا پیغام دیتے ہیں:

رشتہ کسی امید سے باندھے رکھیے
موجوں میں نہ ہوں دل میں کنارے رکھیے
بے کوشش و خواہش بھی کوئی کھینا ہے
پتوار ہے یا ناؤ کہ تھامے رکھیے(۲۰)

پُرامید شاعر اپنے مستقبل سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اسلم انصاری کے ہاں بھی رجائیت کا عنصر غالب ہے۔ فردا، اسلم انصاری کے نزدیک ایسی خوشیاں اور مسرتیں لانے والا ہے کہ زندگی کا موجودہ مفہوم بدل جائے گا۔ زندگی حقیقی معنوں میں زندگی لگنے لگے گی۔

تخلیق خیالات کی دولت دینا
ہر طرح کے لمحاتِ مسرت دینا
فردا، تُو جہاں اور خزینے بانٹے
انساں کو انساں کی محبت دینا(۲۱)

انسانیت سے محبت کے ساتھ ساتھ اپنی مٹی سے محبت کی خوشبو بھی اسلم انصاری کی رباعیوں میں بکھری ہوئی ہے۔ اس حب الوطنی میں فطرت سے محبت کا بھی عکس جھلکتا ہے جو اُن کے ایک حسّاس شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

پُر آب ہوں دائم ترے راوی و چناب
ہر جوئے رواں تیری ہو جوئے خوش آب
ہر نخل پہ افزوں ہوں ستاروں سے ثمر
مہکیں ہر شاخ پہ تمنا کے گلاب(۲۲)

انسانی کردار کی تشکیل و تعمیر میں مدرسے کی اہمیت مسلّم ہے۔ اسلم انصاری پیشے کے لحاظ سے چونکہ ایک معلّم ہیں، لہٰذا وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مدرسہ حقیقت میں درس گاہِ حیات ہے۔ یہیں سے انسان کی فکر کو جلا ملتی ہے اور وہ زندگی کا شعور پاتا ہے۔ اپنی کتاب "شبِ عشق کا ستارہ" میں "درس گاہِ حیات" کے عنوان کے تحت پانچ رباعیات، اُن کے شاعرانہ اور معلّمانہ اخلاص کا ثبوت ہیں۔ اُن پانچ رباعیوں کے علاوہ یہ رباعی ڈاکٹر جاوید اصغر نے اپنی کتاب میں درج کی ہے:

مکتب میں گزارا ہوا لمحہ بھی بہت
حاصل ہو تو اس باغ کا پتا بھی بہت
تادیب میسر ہو تو غفلت بھی شعور
دیوارِ دبستاں کا ہے سایہ بھی بہت(۲۳)

اسلم انصاری نے مولوی محمد ابراہیم فیضی، میاں عبدالغنی، پروفیسر منور علی خاں، پروفیسر تاج محمد خان، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر سید وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر صادق، محی الدین اثر اور خواجہ محمد سعید جیسے اکابرِ علم و تعلیم سے کسبِ فیض حاصل کیا۔ ایک رباعی میں اپنے اساتذہ کی شفقت اور اپنے ذوق شوق کو یوں بیان کیا۔

استاد تھے سب میرے کریم اور شفیق
قدرت کی طرف سے بھی تھی توفیق رفیق
میں تشنہ دہاں جا ہی پہنچتا تھا وہاں
ملتی ہو کہاں علم کی پاکیزہ رحیق(۲۴)

کسی بھی درجے پر کلاس روم کی اپنی دلکشی ہوتی ہے۔ ایک ذہین اور لائق طالب علم اس کشش کو تا عمر محسوس کرتا ہے۔ اسلم انصاری بھی اپنے کلاس روم اور کلاس روم سے جڑی ہر چیز کے احسان مند ہیں کہ انھیں چیزوں کی بدولت ہمیں دنیاءِ نادیدہ کا سراغ ملا۔

جلتے تھے وہاں حکمت و دانش کے چراغ
بستے تھے وہاں علم کی خوشبو سے دماغ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

وہ ڈیسک، وہ روسٹرم، وہ ڈسٹر، وہ اطاق
نا دیدہ جہانوں کا ملا اِن سے سراغ[۲۵]

محبوب کے پیکر کا تذکرہ بھی اسلم انصاری کی رباعیوں میں ہوا ہے۔ایسی رباعیات میں تشبیہ و استعارت کا خوب صورت استعمال رباعی میں رعنائی پیدا کرتا ہے۔

وہ ماہ تھا اور ماہ سے بڑھ کر رخشاں
خورشید تھا خورشید سے بڑھ کر تاباں
وہ گل تھا مگر گل سے کہیں نازک تر
وہ سرو تھا اور سرو سے بڑھ کر نازاں[۲۶]

سنبل سے مہکتے ہوئے گیسو مانگوں
نرگس سے تری آنکھ کا جادو مانگوں
ہر سرو میں ڈھونڈوں تیری قامت کا سراغ
ہر گل سے ترے نام کی خوشبو مانگوں[۲۷]

وہ روپ شگفتہ ہے گلِ تر کی طرح
وہ آنکھیں ہیں بے انت سمندر کی طرح
وہ چتونیں ہیں یا کوئی آفاق کا بھید
بیداریِ مہتاب کے منظر کی طرح[۲۸]

بیداریِ مہتاب کا منظر انھیں محبوب کی یاد دلاتا ہے اور یہ یاد انھیں بے کل اور اداس کر جاتی ہے۔چاند کا نکلنا اور محبوب کی یاد کے حوالے سے دو رباعیات ملاحظہ ہوں:

خوابیدہ شراروں کے مقدر جاگے
تیشے کی صدا آئی تو پتھر جاگے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اک یاد نے برپا کیا طوفانِ خیال
مہتاب جو اُبھرا تو سمندر جاگے[۲۹]

کچھ دیر کو ٹھہرے ہوئے لمحے چمکے
پتوں پہ گری اوس، شگوفے چمکے
جب آخرِ شب چاند سے جھانکا تو نے
پلکوں پہ مری کتنے ستارے چمکے[۳۰]

اگرچہ عشق و محبت کے مضامین غزل کے ساتھ مخصوص ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلم کے ہاں رباعی میں بھی یہ مضامین نہایت دلکش پیرائے میں بیان ہوئے ہیں۔ محبوب سے بچھڑ جانے کا غم اُن کی رباعی کا اہم موضوع ہے۔ دیکھیے کہ اس غم کو رباعی کی صورت میں اسلم انصاری نے کیسے بیان کیا ہے۔

تابندگیِ شام و سحر باقی ہے
گلپوش تھی جو راہ گزر باقی ہے
تو منظرِ موجود میں موجود نہیں
لیکن ترا افسونِ نظر باقی ہے[۳۱]

ہر چند وہ تھی حسنِ جواں کی خوشبو
آتی تھی مجھے اس سے زیاں کی خوشبو
لوٹائے ہوئے خط میں بھی تا دیر رہی
بھولوں گا کہاں عمرِ رواں کی خوشبو[۳۲]

مظاہرِ فطرت سے لگاؤ اور اُن کا شعری استعمال، اسلم انصاری کی شاعری میں امیجری کی خوبصورت مثالیں تشکیل کرتا ہے۔ رباعی میں اس طرح کی تصویریں بنانا اگرچہ آسان نہیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسلم انصاری کے ہاں رباعی میں بھی یہ فن کمال ہنر مندی کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ دو تصویریں دیکھیے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لہرایا اداسی نے جب اپنا آنچل
شاخوں پہ پرندے ہوئے بوجھل بے کل
اک یاد مچلنے لگی۔۔۔۔ دریا دریا
اک شام اترنے لگی جنگل جنگل (۳۳)

پھولی ہے بہت شام کے منظر میں شفق
چمکے ہیں افق پر کئی زرّینہ ورق
کہتے ہیں زبانِ حال سے اڑتے پنچھی
اِس کُل میں نہیں کوئی کسی پر اسبق (۳۴)

اُن کی ایک رباعی کا مفہوم ہے کہ سخن کا مقصد بے شک ہم کلامی ہو، لیکن سخن کی تقدیر خود کلامی ہی ہے۔ لہٰذا غزل اور نظم کی طرح خود کلامی کی فضا اُن کی رباعی میں بھی پائی جاتی ہے۔ خود کلامی کا ایک نمونہ دیکھیے:

کھلتے کبھی دیکھے ہیں سرابوں میں گلاب
دیکھا ہے کبھی عشرتِ فردا کا نصاب
اُس شوخ نے جو عہدِ وفا باندھا تھا
گلدستۂ برباد تھا یا نقشِ بر آب (۳۵)

کیوں دیدۂ بے خواب ہے محفل محفل
کیوں موجۂ بے تاب ہے ساحل ساحل
انسان کا انسان کی چاہت میں خلوص
اِک گوہرِ نایاب ہے، اے دل، اے دل (۳۶)

درج بالا رباعی میں اگرچہ مضمون تو یاسیت کا زیرِ بحث لایا گیا ہے لیکن تکرارِ لفظی نے موسیقیت اور خوش آہنگی پیدا کر کے مضمون کو پیکرِ رومان میں ڈھال دیا ہے۔ یہی اسلم انصاری کا کمال ہے کہ وہ اُن الفاظ کا انتخاب

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کرتے ہیں جو منظر آفرینی کے ساتھ ساتھ صوتی آہنگ پیدا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ مضمون سے قطع نظر کس طرح اُن کی رباعی صنعتِ تکرار کے ذریعے کانوں میں رس گھولتی ہے، ملاحظہ کیجیے:

کچھ پستیِ احوال پہ شاداں فرحاں
کچھ اپنے گناہوں پہ بھی نازاں نازاں
ہر طرح کے لوگوں سے بھری ہے دنیا
کس کس پہ رہیں اے دلِ حیراں، حیراں(۳۷)

کانٹوں سے الجھتے ہوئے لرزاں ترساں
ہیں بادیہ پیمائی میں خنداں گویاں
کیا چیز بلاتی ہے انھیں دشت کے پار
کیوں لوگ چلے جاتے ہیں افتاں خیزاں(۳۸)

اسلم انصاری نے معریٰ رباعی لکھنے کا تجربہ بھی کیا۔ "شبِ عشق کا ستارہ" میں "نقشِ تجرید" کے عنوان کے تحت بارہ معریٰ رباعیات شامل ہیں۔ انھیں اردو کی اوّلین معریٰ رباعیات ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ قافیہ اور ردیف سے عاری یہ رباعیات مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ اِن رباعیات میں بھی اسلم انصاری نے فطرت کے ساتھ اپنے تعلق پر سمجھوتا نہیں کیا۔ بارہ میں سے دس رباعیات میں مختلف مضامین کی صورت فطرت اور مظاہرِ فطرت جلوہ گر ہیں۔ چند رباعیات دیکھیے:

جنگل جنگل گمک رہے ہیں نغمے
دریا دریا چھلک رہی ہے مستی
قریہ قریہ دمک رہے ہیں مکھڑے
منڈل منڈل چھنک رہی ہے پایل(۳۹)

پربت پربت ہمکتے ہوں گے نغمے
صحرا صحرا اترتی ہوں گی کونجیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

خوشبو سے دلوں کی نرم چھاگل بھرنے
آتے ہوں گے کہیں سے آہو بن میں (۴۰)

اس تجربے میں بھی اُن کا شعری رجحان گھسے پٹے روایتی موضوعات سے لا تعلق ہے۔ وہ ہمیشہ جدتِ معنی اور ندرتِ فکر کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ایک رباعی میں وہ معاصر انسان کے منافقانہ رویے کے بارے میں اپنے دل سے یوں خطاب کرتے ہیں۔

باطن مین ہیں گرگ اور بظاہر انسان
باطن میں سراب اور بظاہر دریا
ابنائے زماں کی اس روش پہ مت رو
اے دل کہ ہے سر نوشت ان کی ایسی(۴۱)

اسلم انصاری کی رباعیات کے درج بالا تجزیے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہاں موضوعات کا تنوع بھی ہے اور فن کی پختگی بھی۔ موضوعاتی حوالے سے اُن کی رباعیات میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ روایت کے ساتھ جڑے ہونے کی وجہ سے اُن کی بعض موضوعات غزل اور نظم کے قریب ہیں لیکن زندگی کے عمیق مشاہدے اور عہدِ حاضر کے مسائل کے بیانیے نے اُن کی رباعی کو قابلِ توجہ اور دلچسپ بنا دیاہے۔ انھوں نے تمام مقررہ اوزان میں رباعیات لکھ کر نہ صرف فنکارانہ مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے بلکہ رباعی کے ساتھ اپنی گہری وابستگی اور بے پناہ وفاداری کا مظاہرہ بھی کیاہے۔ تکمیلِ فن کی دوسری دلیل "رباعیاتِ معریٰ" کا تجربہ ہے۔ یہ تجربہ قبولیتِ عام کا درجہ تو نہ حاصل کر سکا، بہر طور ایک نیا تجربہ ضرور ہے۔ ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ انھوں نے چوتھے مصرعے کو پُر زوریت کے زعم سے نکالنے کے ساتھ ساتھ رباعی کو نیا ذخیرۂ الفاظ بھی فراہم کیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی رباعی روایت کے تسلسل میں صرف اضافہ ہی نہیں بلکہ تجربات اور جدید طرزِ اظہار کی بنیاد پر انفرادیت کی حامل ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حوالہ جات

۱. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو رباعی (فنی اور تاریخی ارتقاء)، لاہور، مکتبۂ عالیہ، ۱۹۸۲ء، طبع دوم، ص ۲۰-۲۱

۲. محمد ریاض، ڈاکٹر، صدیق شبلی، ڈاکٹر، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱-۲۲

۳. سیّد عبداللہ، ڈاکٹر، فارسی زبان و ادب (مجموعہ مقالات)، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، جون ۱۹۷۷ء، ص ۳۹

۴. ایضاً، ص ۶۴

۵. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۲ء، ص ۱۷۰

۶. ایضاً، ص ۱۷۳

۷. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ملتان: کتاب نگر حسن آرکیڈ، ۲۰۰۹ء، ص ۱۸۶

۸. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۷۰

۹. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ملتان: کتاب نگر حسن آرکیڈ، ۲۰۰۹ء، ص ۱۹

۱۰. اسلم انصاری، ڈاکٹر، نقش عہدِ وصال کا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۸۱

۱۱. ایضاً، ص ۱۸۲

۱۲. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۱۰

۱۳. اسلم انصاری، ڈاکٹر، نقش عہدِ وصال کا، ایضاً، ص ۱۸۶

۱۴. ایضاً، ص ۱۸۳

۱۵. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ایضاً، ص ۱۹۱

۱۶. اسلم انصاری، ڈاکٹر، نقش عہدِ وصال کا، ایضاً، ص ۱۸۸

۱۷. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۱۰

۱۸. ایضاً، ص ۱۰۹

۱۹. ایضاً

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۲۰. ایضاً، ص ۱۰۷
۲۱. ایضاً، ص ۱۰۹
۲۲. ایضاً، ص ۱۰۵
۲۳. ایضاً، ص ۱۱۰
۲۴. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ایضاً، ص ۱۹۵
۲۵. ایضاً، ص ۱۹۶
۲۶. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۱۱
۲۷. اسلم انصاری، ڈاکٹر، نقش عہدِ وصال کا، ایضاً، ص ۱۸۵
۲۸. ایضاً، ص ۱۸۹
۲۹. ایضاً، ص ۱۸۲
۳۰. ایضاً، ص ۱۸۵
۳۱. ایضاً، ص ۱۸۶
۳۲. ایضاً، ص ۱۹۰
۳۳. ایضاً، ص ۱۸۷
۳۴. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ایضاً، ص ۱۹۳
۳۵. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۰۸
۳۶. اسلم انصاری، ڈاکٹر، نقش عہدِ وصال کا، ایضاً، ص ۱۸۵
۳۷. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ایضاً، ص ۱۹۳
۳۸. جاوید اصغر، ڈاکٹر، گفتگو کا چراغ (اسلم انصاری۔ شخصیت اور فن)، ایضاً، ص ۱۱۱
۳۹. اسلم انصاری، ڈاکٹر، شبِ عشق کا ستارہ، ایضاً، ص ۱۹۷
۴۰. ایضاً، ص ۱۹۸
۴۱. ایضاً، ص ۱۹۹